محمد عبید اللہ خاں صاحب عفیف قسط ۳

عقیقہ اور قربانی کی شرعی حیثیت

بسلسلہ

کیا اسلام میں قربانی جائز ہے

عہدِ نبوی میں قربانی کا عام رواج:۔ ۱۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی حدیث گزر چکی ہے۔ کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے لیے صحابہؓ میں جانور تقسیم فرمائے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، اور ترمذی کی حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ قربانی کے لیے بکریاں تقسیم فرمائیں تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۶

۲۔ عن البراء قال خَطَبَنَا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم نحرٍ فقال لَا یَذْبَحَنَّ أَحَدُکُمْ حتّٰی یُصَلِّیَ۔ ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۹۔ حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ نمازِ عید ادا کرنے سے پہلے کوئی شخص قربانی نہ دے۔

۳۔ عن ابن عباس قال کُنَّا مَعَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سَفَرٍ فحَضَرَ الاَضْحٰی فاشترکنا البقرۃ عن سَبْعَۃٍ والبَعِیْرَ عن عَشَرَۃٍ رواہ الخمسۃ الا ابا داؤد وحسنہ الترمذی ویشھد لہ ما فی الصحیحین من حدیث رافع بن خدیج انہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم فعدل عَشَرًا مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِیْرٍ۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۵ و تحفۃ الاحوذی۔ ج ۲ ص ۳۵۶

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے تو سفر ہی میں عید قربان آگئی۔ تو ہم نے گائے میں سات سات اور اونٹ میں دس دس آدمیوں نے مل کر قربانی دی۔

۴۔ قَالَ ابو ایوب کان الرَّجُلُ فی عَہْدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُضَحِّی بِالشَّاۃِ الواحِدَۃِ عَنْہُ وَعَنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ فَیَأْکُلُوْنَ وَ یُطْعِمُوْنَ۔ رواہ الترمذی وصححہ وابن ماجۃ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۴۔ و تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۷۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک شخص اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتا تھا۔ تو اسی سے

کھاتے اور کھلاتے تھے۔

قربانی کا صحابہؓ سے ثبوت:۔ ۱۔ عَن محمد بن سیرین قَالَ سألتُ ابنَ عمرَ عَنِ الضَّحَایَا أَوَاجِبَةٌ هِيَ قَالَ ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَالْمُسْلِمُونَ مِن بَعْدِهِ وَجَرَتْ بِهِ السُّنَّةُ ابن ماجة ص ۲۳۲۔ حضرت محمد بن سیرینؒ تابعی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور آپؐ کے بعد والے مسلمانوں نے قربانی کی اور قربانی کی یادگار جاری ہے۔

۲۔ قال یحیی بن سعید سمعتُ أبا أمامةَ بنَ سَهلٍ قَالَ كُنَّا نُسَمِّنُ الأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ و ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۹۔ کہ یحیی بن سعید کہتے ہیں میں نے حضرت ابوامامہؓ سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم (یعنی صحابہ) مدینہ میں قربانیاں موٹی کرتے تھے۔ اور سب مسلمان بھی یہی کرتے تھے۔

۳۔ عامر شعبی ف ۱۰۴ھ جیسے کبیر تابعی جنہیں پانچ سو صحابہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے فرماتے ہیں۔ أَدْرَكْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم وَهُمْ مُتَوَافِرُونَ كَانُوا يَذْبَحُونَ الْبَقَرَةَ وَالْبَعِيرَ عَنْ سَبْعَةٍ۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۸۲۔ میں نے بہت سے صحابہؓ کو پایا ہے کہ وہ گائے اور اونٹ میں سات، سات آدمی مل کر قربانی دیتے تھے۔

۴۔ ابراہیم نخعی تابعی ف ۹۶ھ فرماتے ہیں۔ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم يَقُولُونَ الْبَقَرَةُ وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ محلی ج ۷ ص ۳۸۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات اجنبی حصہ داروں کی شراکت کے قائل تھے۔

۵۔ أَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يُضَحِّينَ بِأَيْدِيهِنَّ۔ صحیح بخاری ج ۲۔ ص ۸۳۴
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے قربانی ذبح کریں۔

۶۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم عیدالاضحی کے خطبہ میں عید اور قربانی کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ و مسلم ج ۲ ص ۱۵۷۔

۷۔ عن نافع أن عبد الله بن عمر ضحى مرةً بالمدينة قَالَ نَافِعٌ فَأَمَرَنِي أَنْ أَشْتَرِيَ لَهُ كَبْشًا فَحِيلًا أَقْرَنَ، ثُمَّ أَذْبَحَهُ يَوْمَ الأَضْحَى فِي مُصَلَّى النَّاسِ قَالَ نَافِعٌ فَفَعَلْتُ ثُمَّ حُمِلَ

إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَكَانَ مَرِيضًا لَمْ يَشْهَدِ الْعِيدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ ۔ مؤطا امام مالک ص ۴۹۵

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قربانی کی نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں چنانچہ مجھے حکم دیا کہ میں حضرت کے لیے موٹا تازہ سینگ دار مینڈھا خریدوں پھر اسے عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ میں ذبح کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ ذبح کیا ہوا مینڈھا آپ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اور آپ اس دن صاحب فراش تھے حتیٰ مسلمانوں کے ساتھ نماز عید میں بھی شرکت نہ کر سکتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی نظر میں قربانی کی کس قدر اہمیت تھی۔ کہ بیماری کی وجہ سے نماز عید میں شریک نہ ہو سکے لیکن قربانی فوت نہیں ہونے دی۔

حاصل احادیث:۔ مذکورہ بالا احادیث صحیحہ اور بکثرت دوسری احادیث جو طوالت کے خوف سے دی ہیں۔ سب کی سب اپنے مضمون میں متفق ہیں۔ اور ان سے درج ذیل دس نکات حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو عیدالاضحیٰ کی قربانی کا حکم دیا۔

۲۔ خود وفات تک برابر دس سال اس پر عمل فرمایا اور اپنی وفات سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میری طرف سے قربانی کرتے رہنا۔ اللہ اکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت سے کس قدر پیار تھا۔

۳۔ مسلمانوں میں اس کو سنت الاسلام اور شعار دین کی حیثیت سے رواج دیا۔

۴۔ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی ذبح کرنا سنت المسلمین ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غریب صحابہ رضی اللہ عنہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرماتے تھے تاکہ وہ بھی اس سنت پر عمل درآمد کی سعادتوں سے ہمکنار ہو سکیں۔

۶۔ عید قربان کے دن عیدگاہ سے واپسی تک کچھ نہ کھانا چاہیے اور واپس آکر اپنی قربانی کے گوشت کے ساتھ کھانا تناول کرنا سنت ہے۔

۷۔ سفر کے دوران بھی صحابہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی ترک کرنا گوارا نہ فرماتے تھے

۸۔ اونٹ کی قربانی میں دس دس اور گائے کی قربانی میں سات سات حصہ داروں کی شرکت جائز ہے۔

۹۔ صحابہ کے زمانہ میں قربانی کا عام رواج تھا۔ اور ان میں قربانی کا شوق اتنا فراواں تھا کہ وہ اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے۔ گویا قربانی افزائش نسل کا سبب بن گئی۔ آج بھی اس

طرزِ عمل سے مویشیوں کی نسل میں برکت آسکتی ہے۔ مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ صرف شعائر اسلام پر اعتراض کرنا جانتے ہیں۔ عمل کرنا نہیں جانتے۔

۱۰۔ صحابہ کرام بیماری کے باوصف قربانی فوت نہیں ہونے دیتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ قربانی کے منکرین کے اس دعویٰ میں قطعاً کوئی صداقت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا۔ فافہم ولا تکن من القاصرین المعاندین۔

ملحوظہ:۔ یہ بھی ملحوظ رہے کوئی ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی کہیں موجود نہیں ہے جو یہ بتاتی ہو کہ عید قربان کی یہ قربانی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں نہ کوئی عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے اور نہ کوئی نماز قربانی سے پہلے پڑھی جاتی ہے اس لیے ان تمام احادیث میں لازماً بس اسی عید اور قربانی کا بیان ہے جو مکہ مکرمہ سے باہر ساری دنیا میں ہوتی ہے۔

ایں راہ منزل قدس است میندیش دیبا مبل ازیں راہ خطا بافسد بیں تا نکنی

منکرینِ قربانی سے ایک سوال:۔ سطور بالا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے قول و عمل میں سے ان چند باتوں کو زیب قرطاس بنایا گیا ہے جن سے بسہولت تمام یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ عہدِ رسالت ﷺ، اور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں قربانی کا تصور کیا تھا۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کا طریقہ کیا تھا۔ یہ احادیث اصولِ روایت اور اصولِ درایت دونوں لحاظ سے اس قدر تسلی بخش ہیں کہ ان پر کوئی نقد و جرح ممکن نہیں۔ اب پروفیسر رفیع اللہ شہاب اور ان جیسے دوسرے تحقیق گزیدہ دانشور جو آج مسئلہ قربانی کو اپنی نئی نئی تجویزوں کا نشانہ بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو قربانی سے متنفر کرنے کے لیے ایک نیا اختراعی تصور پیش کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔ وہ یا تو ثابت کریں کہ یہ تمام احادیث جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل واضح ہوتا ہے سرے سے وضعی اور خانہ ساز ہیں۔ اور ان احادیث کو (معاذ اللہ) فلاں مولوی نے فلاں دور میں وضع کیا تھا۔ یا کسی قدیم نوشتہ سے ان کو نقل کیا تھا۔ اور پھر انہیں بڑی چابک دستی کے ساتھ امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، اور دیگر محدثین کے کانوں میں پھونک دیا تھا اور ان نیک دل آئمہ کرام نے بالاتفاق اور بے چون و چرا بغیر کسی تحقیق و تمحیص کے ان موضوع روایات کو اپنی کتابوں کی زینت بنا دیا۔ بس یہ اصلیت ہے۔ موطا امام مالکؒ، کتاب الام الشافعیؒ، مسند امام احمدؒ، صحیح بخاریؒ، الصحیح مسلم اور سنن اربعہ کی ان روایات کی، اگر یہ بات ان تحقیق گزیدہ

افراد سے ثابت ہو سکے اور وہ ہرگز ثابت نہیں کر سکیں گے۔ پھر ہمیں یہ بتانا چاہیے کہ مسئلہ قربانی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے روشن طرز عمل کے ہوتے ہوئے ان کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ قربانی کے متعلق اپنا بناسپتی متبادل طرز عمل ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کرتے پھریں سے

مسلم از سرّ نبی بیگانہ شد باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد

قربانی اور فقہاء مذاہب کا اتفاق:۔ مسئلہ قربانی کے متعلق فقہائے کرام کی رائے اور ان کے مذاہب مکمل شرح وبسط کے ساتھ ان کی کتابوں میں موجود ہیں اور قربانی کی مشروعیت یعنی اس کے شرعی حکم ہونے پر تمام فقہا اسلام متفق ہیں۔ مؤلفین صحاح ستہ نے اپنی اپنی صحیح میں قربانی کے لیے مستقل باب باندھے ہیں۔ اور اسی طرح حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور ظاہری مسلک کی کلیدی کتب میں بھی یہی انداز پایا جاتا ہے۔ یہ کتاب "کتاب الاضاحی یا کتاب الضحایا (قربانیوں کا باب) کے نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں فقہا مذاہب ان کی متداول کتابوں میں "کتاب الضحایا" کو کتاب الذبائح (ذبیحوں کا بیان) کے بعد متصل لکھا گیا ہے۔ حالانکہ" باب الہدی (حاجی کی قربانی کا باب) کو تمام فقہاء کتاب الحج میں لائے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فقہاء مذاہب حاجی کے علاوہ تمام مسلمانوں کے لیے عام قربانی کے بھی قائل ہیں۔ اور کتاب الضحایا میں وہ اسی قربانی کے احکام درج کرتے ہیں۔ اور قربانی کی اس قسم کو وہ حج یا مکہ کے ساتھ مخصوص نہیں جانتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ باب بھی کتاب الحج کے ضمن میں مذکور ہوتا۔ اس ضروری وضاحت کے بعد ائمہ مذاہب کی اراء سامیہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ **امام ابوحنیفہؒ اور قربانی:۔** صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔ اما الوجوب فقول ابی حنیفۃ ومحمد وزفر والحسن واحدی الروایتین عن ابی یوسف ھدایہ ج ۴ ص ۴۴۳ امام ابوحنیفہؒ، امام محمدؒ، زفرؒ امام حسنؒ اور ایک روایت کے مطابق امام ابویوسف قربانی کو واجب کہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے مبسوط سرخسی ج ۱۲ ص، بدائع الصنائع للکاسانی حنفی ج ۵ ص ۶۱، ۶۲ و فتح القدیر ج ۸ ص ۴۲۵ وردالمختار ج ۶ ص ۳۱۱ تا ۳۱۳ عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۴۴۔

۲۔ **امام مالکؒ متوفی ۱۹۰ھ فرماتے ہیں:۔** الضَّحِيَّةُ سُنَّةٌ وَلَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَلَا أُحِبُّ لِأَحَدٍ مِمَّنْ قَوِيَ عَلَى ثَمَنِهَا أَنْ يَتْرُكَهَا موطا امام مالک ص ۴۹۷ "قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے اور جو شخص قربانی خرید کر سکتا ہو اس کے لیے قربانی کا ترک کرنا اچھا نہیں۔

بدایۃ المجتہد لابن رشد مالکی میں ہے وروی عن مالک مثل قول ابی حنیفۃ ج۔۱ ص ۴۱۳۔ اور امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہ کے موافق قول نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ **مجدد شریعت امام شافعیؒ** ف ۲۰۴ھ فرماتے ہیں۔ الضحایا سُنَّۃٌ لَا نُحِبُّ ترکہا۔ کتاب الاُم ج ۲ ص ۱۸۹۔ قربانیاں سنت ہیں ہم قربانی کے ترک کو پسند نہیں کرتے مزید تفصیل نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳ و نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ **امام احمد بن حنبلؒ** ف ۲۴۱ کا مذہب قال الشافعی و احمد ھی مستحبۃ إلا أنّ أحمد قَالَ لَا يُسْتَحَبُّ تَرْكُهَا مع القدرۃ عَلَيْهَا۔ الافصاح علی المذاھب الاربعۃ لابن ھبیرۃ الحنبلی ف ۵۶۰ھ ج۔۱ ص ۳۰۵۔

کہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قربانی مستحب استقا ہے تاہم امام احمد نے کہا ہے کہ استطاعت کے ہوتے ہوئے اس کا ترک مستحب امر نہیں۔

شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی ف ۶۲۰ھ نے قربانی کو سنت مؤکدہ لکھا ہے۔ عمدۃ الاحکام مع شرح المقنع ج ۱ ص ۴۸۱۔

۵۔ امام ابنِ حزم ظاہریؒ ف ۴۵۶ھ فرماتے ہیں۔ اَلْاُضْحِيَّةُ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ وَلَيْسَتْ فَرْضاً وَمَنْ ترکہا غیر راغب عنہا فلاحرج علیہ فی ذالک۔ محلی ابنِ حزم ج۔۷ ص ۳۵۷۔ کہ قربانی سنت حسنہ ہے فرض نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی وقت اس نیت سے چھوڑ دے کہ یہ فرض نہیں تو اس پر کوئی حرج نہ ہوگا۔

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں:۔ واما حکمہا فہو السنیۃ فالاُضْحِيَةُ سنۃ مُؤکدۃ يُثَابُ فاعلُها ولا يُعَاقَبُ تارکہا وھٰذا القدر متفق علیہ فی الحقیقۃ ولکن قالوا الحنفیۃ انہا سنۃ عین مؤکدۃ لایعذب تارکہا بالنار الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ج۔۱ ص ۱۶۷ کہ قربانی سنت موکدہ ہے قربانی کرنے والے کو ثواب ہوگا۔ اور قربانی کے تارک کو عذاب نہ ہوگا اتنی بات پر تو سب فقہاء کا اتفاق ہے تاہم احناف کے نزدیک قربانی سنت موکدہ عینی ہے تارک کے لیے عذاب کے وہ بھی قائل نہیں۔

۶۔ **شیخ الاسلام حافظ ابن حجر شافعی ف ۸۵۲ کا تفصیلی نوٹ**:۔ فرماتے ہیں۔ ائمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شرائع اسلام میں سے ہے اختلاف صرف اتنا ہے کہ شوافع اور جمہور کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہے اور ایک روایت

کے مطابق شوافع کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے مگر صرف آسودہ حال پر (مسافر اور حاجی پر نہیں) امام مالکؒ سے بھی یہی قول منقول ہے ایک روایت کے مطابق، لیکن امام مالکؒ کے نزدیک مسافر پر بھی قربانی واجب ہے۔ اور امام اوزاعیؒ۔ امام ربیعہؒ اور امام لیث سے بھی امام مالکؒ کے قول کے مطابق فتویٰ منقول ہے۔ البتہ احناف میں سے امام ابو یوسفؒ اور مالکیہ میں سے امام اشہب نے اپنے آئمہ سے اختلاف کرتے ہوئے جمہور سے اتفاق کیا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا جس شخص میں قربانی دینے کی استطاعت ہو پھر اس کا قربانی نہ دینا مکروہ امر ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت یوں ہے کہ قربانی سنت ہے۔ لیکن اس سنت کے ترک کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۲۔

۷۔ شیخ احمد بن یحییٰ زیدی شیعہ ف ۸۴۰ھ لکھتے ہیں:۔ وھی مشروعۃ اجماعا لقولہ تعالیٰ (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم (عظموا ضحایاکم) الخبر ونحوہ۔ البحر الزخار ج ۵ ص ۳۱۰۔ کہ قربانی باجماع امت مشروع ہے مزید لکھتے ہیں۔ قلنا اخبارنا دلیل کونہ للندب البحر الزخار ج ۵ ص ۳۱۱۔ ہماری پیش کردہ احادیث کے مطابق قربانی ایک مستحب امر ہے۔

۸ شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ القمی شیعہ ف ۳۸۱ لکھتے ہیں:۔ عن ابی جعفرؒ قال الاضحیۃ واجبۃ علی من وجد من صغیر او کبیر وھی سنۃ۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۲۹۲ باب الاضاحی۔ حضرت ابو جعفر باقر فرماتے ہیں کہ قربانی سنت ہے اور چھوٹے بڑے صاحب استطاعت پر قربانی کرنا ضروری امر ہے۔

ان فقہی حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے پر تمام شیعہ سنی فقہاء اسلام کا اجماع و اتفاق ثابت ہے۔ اور کسی ایک فقیہ کا قول بھی اس کے خلاف نہیں ملتا لہٰذا ثابت ہوا کہ پروفیسر صاحب کا دعویٰ نرا مغالطہ، سراسر دھوکہ اور مسلمانوں کو قربانی سے متنفر کرنے کی ایک عامیانہ جسارت ہے۔ اگر اب بھی ان کو اپنے اس ادعا پر ناز ہو تو پھر ہمیں بھی لپنے ان فقہا کا اتہ پتہ دیں جو قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل نہیں۔ کون ہیں؟ کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ، سنی ہیں تو وہ فقہاء اہلِ حدیث میں سے ہیں یا فقہا مذاہب اربعہ میں سے، اور اگر شیعی ہیں تو کون سے ہیں؟ ان کا علمی اور عملی چوکھٹا کیسا ہے؟ ان کا وہ کونسا فقہی سرمایہ ہے جس میں انہوں نے قربانی کی مشروعیت سے انکار یا اختلاف کیا ہے؟ تاکہ ہم بھی ان کے مؤقف کا جائزہ لے سکیں۔

ھَاتُوا بُرْھَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ـــ

لاؤ تو سہی ذرا میں بھی تو دیکھ لوں　　کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

یہ بھی یاد رکھیے :۔ کہ مذکورہ بالا فقہاء اسلام کا یہ اجماع و اتفاق قربانی کے مشروع و مسنون امر ہونے پر بذاتِ خود ایک مستقل اور ناقابلِ انکار شہادت ہے۔ کیونکہ ان فقہاء کرام کا زمانہ عہد نبوت اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا۔ کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام و مسائل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے کہ تحقیق و تفحص کے تمام ذرائع موجود تھے۔ دیکھئے ائمہ اربعہ کے زمانہ ولادت و وفات کا نقشہ یہ ہے امام ابو حنیفہؒ ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ امام مالکؒ ولادت ۹۳ھ سال وفات ۱۷۹ھ (۳) امام شافعی ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ (۴) امام احمدؒ ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ ہے۔ مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ قربانی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث صرف دو راویوں کے واسطہ سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی ابن مالکؒ نے ابن زبیر مکی سے انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سلمی سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث سنی۔ موطا ص ۴۹۶۔ اسی طرح امام مالکؒ نے قربانی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرامؓ کے اقوال و آثار صرف ایک واسطہ سے روایت کئے ہیں۔ یعنی امام مالکؒ نے قربانی کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر کا طرز عمل اور ان کے آثار صرف ایک تابعی حضرت نافع کے واسطہ سے روایت کیے ہیں۔ موطا ص ۴۹۵ و ۴۹۷۔

امام ابو حنیفہؒ تو امام مالکؒ سے تیرہ برس بڑے ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن شہر کوفہ رہا کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کی ولادت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے درمیان صرف چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے۔ جنہوں نے خلفاء راشدین کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور صحابہ کرام کی صحبت پائی تھی ایسے میں ان فقہاء کے بارے میں کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آسکتی تھی کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اسے رواج دیا؟

یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہاء کی ہے۔ ان سب کا زمانہ عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ سے اتنا قریب تھا کہ ان کے لیے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی بڑا مشکل امر نہ تھا۔ اور وہ آسانی کے ساتھ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکتے تھے۔ کہ جو عمل سنت نہ ہو اسے سنت باور کر بیٹھیں۔

امت کا تواتر عمل :۔ قربانی کے مشروع و مسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک

اور اہم ترین شہادت امت کے متواتر عمل کی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی جس روز سے شروع فرمائی اسی روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف واکناف میں تمام مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں ۔ اس کے چودہ سو سال تسلسل میں کبھی ایک سال کا انقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے ۔ ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا ہے ۔ اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف اسے منتقل کیا ہے ۔ یہ ایک ایسی عالمگیر سنت ہے ۔ جو ایک ہی انداز میں دنیا کے ہر اس شہر اور قریہ میں ادا ہوتی چلی آرہی ہے ۔ جہاں کوئی مسلمان آباد رہا ہے ۔ اور یہ ایک ایسا متواتر عمل ہے جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اس طرح مسلسل قائم ہے کہ اس کی ایک کڑی بھی کہیں سے غائب نہیں ہوئی ۔ در اصل یہ ویسا ہی تواتر ہے جس تواتر کے برتے ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے ۔ اور عرب کے دُرِ یتیم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کا آخری رسول تسلیم کیا ہے ۔ کوئی فتنہ گر اس تواتر کو بھی اگر مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کونسی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے ۔ ے

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ   ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا ہو جس میں کسی معتمد فقیہ نے قربانی ایسی سنتِ مؤکدہ کو مشکوک ٹھہرایا ہو ۔ (والحمد اللہ علی ذالك)

مغالطہ ۵ :۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ خلیفہ اوّل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ خلیفہ ثانی نے اپنی تمام زندگی بھر عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی ۔ محض اس لیے کہ پیروکار یہ نہ سمجھ لیں کہ قربانی ایک واجب عبادت ہے ۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۵۸ ۔

جواب :۔ اس اثر سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک عید الاضحیٰ کی قربانی کی مشروعیت محل نظر تھی بوجوہ غلط محض اور سراسر خلاف واقعہ ہے ۔

ا ۔ اوّل اس لیے کہ چونکہ امام ربیعہ ، امام ثوری ، امام لیث ، امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ قربانی کے وجوب میں قائل تھے ۔ لہٰذا امام ابن حزم رح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اور حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہٗ وغیرہ صحابہ کے یہ آثار پیش کر کے قائلین وجوب کے علی الرغم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اور دوسرے صحابہ کرام رض سے قربانی کا وجوب ثابت نہیں ۔ جیسا کہ موصوف اسی صفحہ پر یہ تصریح فرماتے ہیں ۔

لا یصح عن احد من الصحابة ان الاضحیة واجبة - المحلی ج ۷ ص ۳۵۸ -

امام شافعی رحمۃ اللہ نے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۹۔ جیسا کہ یہ حقیقت آپ کے پیش کردہ ترجمہ کی خط کشیدہ عبارت سے بھی صاف واضح ہے۔ جس پر آپ نے نہ جانے کیوں غور نہیں فرمایا۔

امام محمد بن اسمٰعیل الامیر ف ۱۱۸۲ھ نے بھی ان آثار کا یہی مطلب متعین فرمایا ہے۔ وافعال الصحابة دالة علی عدم الایجاب۔ سبل السلام ج ۴ ص ۹۱۔ کہ صحابہ کرام کا یہ طرز عمل قربانی کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

قربانی سنت مؤکدہ ہے:۔ یہ ثانی اس لیے کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور فقہاء کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سے بھی عید الاضحیٰ کی قربانی کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہے، جیسا کہ:۔

۱۔ امام نووی ف ۶۷۶ھ تصریح فرماتے ہیں کہ صاحب استطاعت پر عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی ذبح کرنا سنت ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب رحؒ، علقمہ رحمۃ اللہ علیہ، اسود رحمۃ اللہ علیہ، عطاءؒ وغیرہ تابعین اور امام مالک، امام احمد، امام ابویوسف، امام اسحاق، امام ابو ثور، امام مزنی، امام ابن منذر اور امام داؤد ظاہری وغیرہ فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ نووی ج ۲۔ ص ۱۵۳۔

۲۔ امام ابن قدامہ مقدسی ف ۶۸۲ھ لکھتے ہیں۔ اکثر اہل علم کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، فقہاء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اسحاق وغیرہ فقہاء سے یہی قول مروی ہے مغنی ابن قدامہ مع شرح الکبیر ج ۳ ص ۵۸۱۔

۳۔ شیخ احمد بن یحییٰ زیدی شیعہ ف ۸۴۰ھ لکھتے ہیں مسئلہ (عم ابو مسعود البدری بلال ثم یب طا علقمة الاسود) ثم (ہ مد حج س فی) هی سنة مؤکدة - البحر الزخار ج ۵ ص ۳۱۱ -
کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابومسعود بدری، اور بلالؓ، سعید بن مسیب، عطاءؒ، علقمہؒ عترتؒ، احمدؒ بن حنبل، اسحاقؒ، شافعیؒ، ابویوسف اور محمد کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ مزید تفصیل نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶ میں پڑھیے۔

۴۔ امام محمد بن اسماعیل الامیرؒ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور بلالؓ

کے آثار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ والرعایات عن الصحابۃ فی ھذا المعنی کثیرۃ دالۃ علی انہاسنۃ ۔ سبل السلام ج ۴ ص ۹۱ ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، سے ایسی بہت سی روایات مروی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ عیدالاضحیٰ کی قربانی سنت (مؤکدہ) ہے۔

ا ۔ ثالث اس لیے کہ آپ کی پسندیدہ کتاب محلی ابن حزم میں ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم ۱۲ ر ذی الحجہ تک قربانی ذبح کرنے کے جواز کے قائل تھے۔ محلی ج ۷ ص ۳۷۸ ۔

ب ۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات حصہ داروں کی شراکت کے قائل تھے ۔ انّ اصحابَ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذین بالکوفۃ افتونی فقالوا نعم قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر وعمر قالہ الشعبی محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۸۲ ۔ علاوہ ازیں حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل بیان فرماتے تھے ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۵ وصحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۷ ۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، خلیفہ اوّل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی تھی تو پھر وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لیے تھے نا گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات اجنبی حصہ داروں کی شراکت کا فتویٰ کس بنیاد پر دیتے تھے ؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثانی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث اور حضرت علی خلیفہ رابع عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل کیوں بیان فرماتے تھے ؟ کیا یہ محض دل بہلاوا تھا ۔ آپ محلی کی کتاب الاضاحی پر ایک سرسری نظر ڈال لینے کی زحمت گوارا فرما لیتے تو آپ کو ان مغالطوں اور غلط بیانیوں سے نجات مل جاتی ۔ اور انکار سنت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بھی بچ جاتے ؎

خود ہی گلچیں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

رابع اس لیے کہ اس اثر میں ایسا کوئی جملہ موجود نہیں جس کا ترجمہ "زندگی بھر" کیا جا سکے بلکہ یہ الفاظ پروفیسر نے اپنی ظرف سے ایزاد کیے ہیں ۔ اگرچہ محلی کے الفاظ میں ترک قربانی کی مدت بیان نہیں کی گئی تاہم مبسوط سرخسی میں اس کی کل مدت سال دو سال بیان کی گئی ہے ۔ الفاظ یہ ہیں وعن ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما کانا یضحیانِ السَّنَۃَ وَالسَّنَتَیْنِ مخافۃً اَن یَّراھا للناسُ واجبۃ

مبسوط ج ۱۲ ص ۸ نیز بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۲ اور فتح القدیر ج ۸ ص ۴۲۸ میں حنفی علماء نے لکھا ہے۔ خامس اس لیے کہ مانا کہ شیخین نے زندگی بھر کبھی قربانی نہیں کی لہٰذا بالفرض تسلیم ان کا یہ فعل چونکہ احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے خلاف ہے۔ لہٰذا ان کا یہ فعل شرعاً حجت نہیں۔ اللہ تعالےٰ امام ابن حزم کو جزائے خیر دے کتنی پتہ کی بات کہہ گئے ہیں۔ لاحجۃ فی احد دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ محلی ج ۷ ص ۳۷۵۔

مغالطہ ۶:۔ حضرت ابن عباسؓ نے کبھی قربانی نہیں کی ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے دن ان سے قربانی کے پر زور دیا گیا تو انہوں نے فوراً اپنے ملازم کو بازار بھیجا کہ دو درہم کا گوشت لے آئے اور سب کو بتا دے کہ یہ گوشت اس قربانی کا ہے۔ جو ابن عباسؓ نے کی ہے (بدایۃ المجتہد علامہ ابن رشد قرطبی ج ۱ ص ۳۱۴

جواب:۔ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے کبھی قربانی نہیں کی ان پر بہتان اور افتراء ہے۔ علامہ ابن رشد قرطبی ف ۵۹۵ھ کی بدایۃ المجتہد کتاب الضحایا اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے بنظر امعان اور بنگاہ انصاف اسے متعدد دفعہ پڑھا ہے۔ ہمیں تو اس پوری بحث میں ایسا کوئی جملہ نہیں ملا جس سے یہ مترشح ہوتا ہو کہ حضرت نے کبھی قربانی نہیں کی۔ اگر پروفیسر صاحب میں اخلاقی جرأت ہے تو اپنے اس ادعاء کا ثبوت پیش فرمادیں ورنہ اپنی خط کشیدہ، اختراعی اور وضعی عبارت لینے کا اعلان جاری فرمادیں۔

جہاں تک بازار سے گوشت منگوانے کا تعلق ہے۔ تو اس کے متعلق گزارش ہے۔

۱۔ کہ جہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ، قربانی کے وجوب کے قائل نہ تھے بلکہ دوسرے جمہور صحابہ کی طرح وہ بھی قربانی کو سنت مؤکدہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں و مذھب ابن عباس ان لا وجوب۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۱۴ (۲) پھر یہ اثر بلا سند ہے۔ لہٰذا کچھ پتہ نہیں کہ یہ اثر صحیح ہے یا ضعیف۔ ہاں محلی ابن حزم میں یہ اثر باسند منقول ہے لیکن اس کا ایک راوی ابو معشر نجیح بن عبداللہ ضعیف ہے۔ لہٰذا ایسے ضعیف اثر کو معرض استدلال میں پیش کرنا کار کودکاں اور بچگانہ حرکت ہے۔ (۳) علاوہ ازیں یہ اثر درایت کے لحاظ سے بھی قابل استدلال نہیں۔ کیونکہ قابل غور اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں انکار سنت کے متعدد مستحکم ادارے سنت کے خلاف معرکہ آرا ہیں۔ اور اپنی تمام فکری اور مادی توانائیاں کو میدان میں جھونک چکے ہیں لیکن پھر بھی بحمد اللہ تعالےٰ قربانی کے ایام میں پاکستان کے کسی بازار میں گوشت فروخت ہوتا دیکھنے میں نہیں آیا۔ اندریں صورت صحابہؓ کے عہد کے بارے میں، جو کہ سراپا خیر و برکت کا زمانہ تھا یہ

باور کر لینا کہ قربانی کے ایام میں بازار میں گوشت فروخت ہوتا تھا۔ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے؟ (۴) حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا یہ کہ یہ گوشت اس قربانی کا ہے جو ابن عباسؓ نے کی ہے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں قربانی کا رواج عام تھا۔ (۵) آپ نہ صرف قربانی کو سنت مؤکدہ سمجھتے تھے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ قربانی کرنے کے اتنے شیدائی تھے کہ سفر میں بھی اس کو ترک نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ "قربانی کا صحابہ سے ثبوت،" کے عنوان سے اس کا ثبوت رقم ہو چکا ہے ملاحظہ فرمائیے تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۶ و سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۱۔ (۶) یہ بھی ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک گائے کی قربانی میں سات اور ایک اونٹ کی قربانی میں دس اجنبی حصہ داروں کی شراکت کے بھی قائل تھے۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۸۲۔

ان چھ قوی ترین نقلی اور عقلی وجوہ کے علی الرغم ہدایۃ المجتہد کے ایک بے سند اور ضعیف اثر کے ہونے پر عوام الناس پر قربانی سے متنفر کرنے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ایسے متبع سنت صحابی اور ترجمان القرآن کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے کبھی قربانی نہیں کی ان پر صریح بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا پروفیسر صاحب کی خدمت میں بصد ادب یہ گذارش ہے کہ اگر وہ اپنی تجدید پسندی کے پیش نظر قربانی کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تو نہ سہی مگر کم از کم صحابہ کرام کے تقدس کو تو پامال نہ کریں ؎

نام نیک رفتگاں ضائع مکن — تا بماند نام نیکت برقرار

مغالطہ ۶:۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، جو بہت امیر صحابی تھے اور ہزاروں بھیڑوں کے مالک تھے نے کبھی عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں کی۔ مبسوط ج ۱۲ ص ۸۔

جواب:۔ نہ جانے پروفیسر صاحب کو لا تقربوا الصلوٰۃ کے روایتی محاورہ سے اتنا عشق کیوں ہے کہ وہ ہر ایک حوالہ کی کتر بیونت کر کے صرف اپنی مرضی کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء فرما جاتے ہیں۔ حسب سابق اس حوالہ میں بھی انہوں نے یہی گپلا مارا ہے۔ کہ مبسوط سے انہوں نے اپنے مطلب کی بات تو لے لی۔ لیکن اس کے آگے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ ایک تو مبسوط میں "کبھی" کا لفظ موجود نہیں دوسرا یہ کہ اس اثر کے آگے اس کی وجہ بھی مرقوم ہے کہ انہوں نے ایسا اس لیے کیا ہو گا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ قربانی اپنی تمام تر اہمیت کے باوصف واجب نہیں مخافۃ ان یراھا الناس واجبۃ۔ مبسوط ج ۱۲ ص ۸ یعنی جمہور صحابہ کی طرح حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، کے نزدیک بھی قربانی سنت مؤکدہ تھی۔ جیسا کہ ہم مغالطہ ۵ کے جواب میں نووی

شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۴، البحر الزخار ج ۵ ص ۱۳۱۱ر اور نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶ کے حوالاجات سے ثابت کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں محلی ابن حزم وغیرہ کتب میں ایسے اور بھی بہت سے حوالاجات موجود ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ قربانی کی مشروعیت کے قائل تھے۔ چنانچہ محلی میں ہے کہ آپ گائے کی قربانی میں سات حصے داروں کی شراکت کے قائل تھے ج ۷، ص ۳۸۲۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ سرے سے قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل ہی نہ تھے تو پھر وہ گائے کی قربانی میں سات حصے داروں کی شراکت کے قائل کیوں تھے؟ اسی حقیقت کے پیش نظر امام ابن حزمؒ نے ان کے اس اثر کو ان صحابہ کرامؓ کے آثار کے ضمن میں درج فرمایا ہے جو قربانی کو سنتِ موکدہ مانتے تھے۔ جواب ثانی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ان کا اپنا ذاتی قول ہے۔ جو بہر حال کتاب و سنت کا معارض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی ف ۵۸۷ھ لکھتے ہیں قول ابی مسعود رضی اللہ عنہ لا یصلح معارضا للکتاب الکریم والسنۃ بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۳۔ لہٰذا ان کے اس قول کی وجہ سے ان کے متعلق یہ کہنا کہ "انہوں نے کبھی عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی نہیں" جہاں ان کے ساتھ صریح ناانصافی ہے وہاں مطلب ہر آدمی کی بدترین مثال بھی ہے۔

مغالطہ ۸:۔ صحابہ کرام کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے امام ابن حزم نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جانور کی قربانی اسلام میں واجب نہیں۔ المحلی ج ۷، ص ۳۵۷۔

جواب:۔ امام موصوف کا یہ فتویٰ بالکل بجا اور حق ہے۔ لیکن اگر پروفیسر صاحب اس فتویٰ کے ذریعہ یہ غلط تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امام ابن حزم جیسا جلیل القدر محدث اور نامی محقق بھی قربانی کی مشروعیت کا قائل نہ تھا تو یہ شرمناک علمی خیانت ہے کیونکہ امام موصوف نے اس فتویٰ کی ابتداء میں بڑے صاف اور واشگاف الفاظ میں جانور کی قربانی کو سنت حسنہ لکھا ہے۔ محلی ابن حزم ج ۷، ص ۳۵۷۔ اور اگر انہیں اس فتویٰ کی اوٹ میں نفس قربانی کی مشروعیت سے انکار مقصود ہے تو یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے۔ کیونکہ عدم وجوب سے سنت کی نفی لازم نہیں آتی۔ فَافْهَمْ وَتَفَكَّرْ۔

مغالطہ ۹:۔ سعید بن المسیب جو کہ صحابہ کرامؓ کے بہت عقیدت مند تھے نے یہ فیصلہ دیا کہ کسی غریب کی امداد کے طور تین درہم خرچ کرنا عید الاضحیٰ کی قربانی سے زیادہ افضل ہے۔

جواب اول:۔ حضرت سعید بن مسیبؒ کے اس قول سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ قربانی کی مشروعیت اور اس کی اہمیت کے قائل نہ تھے۔ محض غرض پرستی پر مبنی ہے کیونکہ ان کے مذہب میں قربانی سنت موکدہ تھی۔ جیسا کہ مغالطہ ۳ کے جواب میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ ہاں وجوب کے قائل نہ تھے۔ اور

اس کے اظہار کے لیے کئی سال قربانی چھوڑ دی ہوگی۔ چنانچہ امام ابن حزم نے ان کے اس قول کو اسی ضمن میں درج فرمایا ہے۔ جبکہ امام موصوف نے ایک دوسرے مقام پر حضرت سعید کا معمول یہ لکھا ہے۔ کہ آپ کسی سال اونٹ کی قربانی ذبح کرتے، کسی سال گائے قربانی کرتے اور کسی سال بکری کی قربانی دیتے تھے۔ اور کبھی ناغہ بھی کر لیتے المحلی ج ۷، ص ۳۷۳۔ مزید برآں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ گائے کی قربانی میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس اجنبی حصہ داروں کی شراکت کے جواز کے قائل تھے المحلی، ص ۳۸۲۔

ج ثانی: (۱) ایام قربانی میں صدقہ کرنا افضل عمل نہیں بلکہ قربانی ہی افضل عمل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو کوئی اور عمل اتنا زیادہ محبوب نہیں جتنا اہراق دم (جانور کی قربانی کا) عمل محبوب ہے۔

(۲) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی نیک کام پر چاندی خرچ کرنا اتنا افضل نہیں جتنا عید قربان کے دن جانور کی قربانی پر یہ خرچ کرنا افضل ہے۔ لہٰذا ان کا یہ قول احادیث کے مقابلہ میں بطور معارض کے در خور اعتناء ہرگز نہیں۔

ج ثالث: اگر کسی غریب آدمی کی نقد امداد قربانی کا جانور ذبح کرنے سے افضل ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کبھی نہ کبھی ایسا ضرور کرتے۔ کیونکہ اس دور میں بھی غریب لوگ موجود تھے اور ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ چنانچہ شرح کبیر میں ہے۔ وَلَنَا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّی والخلفاء بعدہٗ ولو علموا ان الصدقۃ افضل لعدلوا الیہا ولان ایثار الصدقۃ علی الاضحیۃ یُفضی الیٰ ترک سنۃ سنّہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ شرح علی المغنی ج ۳ ص ۵۸۲۔ ہم کہتے ہیں کہ بطور قربانی جانور کا خون بہانا ہی شرعاً متعین ہے اور ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا چالیس سالہ عمل مبارک ہے اگر جانور کی قربانی کے مقابلہ میں نقد رقم کا صدقہ افضل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اس سے کبھی نہ چوکتے علاوہ ازیں نقد رقم کے صدقہ کو قربانی سے افضل کہنا اس لیے بھی درست نہیں کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ سنت کا ترک لازم آتا ہے جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔

ج رابع: مسئلہ قربانی کے پس منظر اور اس کے علل و مصالح پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی کا رکن اراقۃ الدم یعنی خون بہانا ہے درالمختار قربانی کی تعریف۔ قربانی کے شرائط، قربانی کا وقت ذکر کرنے کے بعد قربانی کا رکن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ورکنہا ذبح مایجوز ذبحہ من النعم

لا غیر فتجب الیضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم ۔ درالمختار ردالمحتار ج ۶ ص ۳۱۳
کہ قربانی کا رکن ان جانوروں کا ذبح کرنا ہے ۔ جن کی قربانی دی جا سکتی ہے ۔ پس واجب اراقۃ الدم یعنی خون بہانا ہی ہے ۔

علامہ شامی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ لان رکن الشئی مایقف بہ ذالک الشئی والاضحیۃ انما تقوم بھذا الفعل فکان رکنا " ردالمحتار ج ۶ ص ۳۱۳ ۔ اس لیے کہ کسی چیز کا رکن وہی چیز ہو سکتی ہے جن کا قیام اس کے ساتھ ہو ۔ قربانی چونکہ ذبح ہی کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے اس لیے جانور کا خون بہانا قربانی کا رکن ٹھہرا ۔ بالکل یہی عبارت جس میں ذبح جانور قربانی کا ٹھہرایا گیا ہے ۔ فتاویٰ عالمگیر ج ۵ ص ۲۹۱ میں بھی اسے علامہ شامی اراقۃ الدم کے وجوب پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں والدلیل علیٰ انھا الاراقۃ لو تصدق بعین الحیوان لم یجز ج ۶ ص ۳۱۳ یعنی اراقۃ الدم کے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کا زندہ جانور کسی کو بطور صدقہ دے دے تو یہ شارع کے نزدیک قربانی متصور نہ ہوگی فتاویٰ عالمگیری میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے و منھا انہ لا یقوم غیرھا مقامھا فی الوقت حتیٰ لو تصدق بعین الشاۃ او قیمتھا فی الوقت لا یجزء من الاضحیۃ ج ۵ ص ۲۹۳ ۔ کہ قربانی کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی دوسری چیز ایام قربانی میں قربانی کے قائمقام نہیں ہو سکتی لہٰذا اگر کوئی شخص زندہ بکری کسی کو صدقہ میں دے دے یا اس کی قیمت صدقہ کر دے تو قربانی اس کے ذمہ میں بحال رہے گی ۔

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں و منھا ان لا یقوم غیرھا مقامھا حتیٰ لو تصدق بعین الشاۃ او قیمتھا فی الوقت لا یجزء عن الاضحیۃ لان الوجوب تعلق بالاراقۃ والاصل ان الوجوب اذا تعلق بفعل معین انہ لا یقوم غیرہ مقامہ ۔ بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۶ ۔ کہ اراقۃ الدم کے سوا نہ تو کوئی چیز قربانی کا بدل ہے اور نہ اس کا کوئی قائمقام ہے یہاں تک اگر کوئی شخص بجائے ذبح کرنے کے زندہ بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دے تو اس سے قربانی ادا نہیں ہوگی کیونکہ قربانی کے وجوب کا تعلق خون بہانے کے ساتھ ہے ۔ اور اصل یہ ہے کہ وجوب کا تعلق اگر ایک معین فعل کے ساتھ ہو تو کوئی دوسری چیز اس کے قائمقام نہیں ہو سکتی ۔ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں ۔ لان الواجب التقرب باراقۃ الدم ولا یحصل ذالک بالتصدق وھذا لانہ لا قیمۃ لاراقۃ الدم واقامۃ المتقوم مقام ما لیس بمتقوم لا تجوز واراقۃ الدم خالص حق اللہ تعالیٰ ولا وجہ للتعلیل فیما ھو خالص حق اللہ تعالیٰ مبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۱۴ ۔ یعنی ایام نحر میں جو چیز واجب ہے وہ ہے خون بہا کر تقرب الہی

کا حصول۔ اور یہ گوہر مقصود قربانی کی قیمت صدقہ کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اراقۃ الدم کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی۔ لہٰذا محدود قیمت والی چیز کو غیر محدود قیمت والی چیز کے قائمقام بنا دینا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں اراقۃ الدم (خون بہانا) خالص اللہ کا حق ہے لہٰذا اس میں علت و معلول کا چکر چلانا دین میں مداخلت کے مترادف ہے۔ مختصر یہ کہ احادیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ متصلہ اور فقہا کرام کی تحریرات سے یہ حقیقت صاف طور پر سامنے آگئی ہے کہ قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہو سکتی ہے۔ قیمت تو درکنار، خود زندہ جانور کو صدقہ کر دینے سے قربانی کا اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام سعید بن مسیب بھی جانور کی قیمت صدقہ کر دینے کے برعکس قربانی کا جانور ذبح کیا کرتے تھے جیسا کہ محلی ابن حزم ج، ص ۳۸۴ کے حوالہ سے اوپر لکھا جا چکا ہے لہٰذا ان کی طرف منسوب اس قول کی کوئی حیثیت نہیں اور اس قول پر کسی اختراعی نظریہ کی بنیاد استوار کرنا پرلے درجے کی نادانی اور خود فریبی ہے۔

فائدہ: بعض احادیث میں ایک اونٹ کی قربانی میں سات سات حصہ داروں کی شراکت کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں دس دس حصہ داروں کی شراکت کا جواز مذکور ہے۔ لہٰذا امام شوکانی وغیرہ شارحین حدیث نے اس اختلاف کو یوں حل فرمایا ہے کہ جن احادیث میں سات سات حصہ داروں کا ذکر ہے اس اضحیہ سے مراد ہدی ہے یعنی وہ قربانی مراد ہے جو حاجی صاحبان اپنے ساتھ لے جا کر مکہ میں ذبح کرتے ہیں۔ اور جن احادیث میں دس دس حصہ داروں کی شراکت کا بیان ہے اس اضحیہ سے مراد وہ قربانی ہے جو عامۃ المسلمین ایام قربانی میں اپنے اپنے شہروں میں ذبح کرتے ہیں۔ نیل الاوطار۔

مغالطہ نمبر ۸: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بھی یہی نظریہ تھا۔ جب کبھی انہوں نے عید الاضحیٰ کے دن قربانی کی تو انہوں نے ایک مرغ ذبح کر دیا۔

جواب: سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ ہرگز نہ تھا کہ وہ جانور کی قربانی کو سنت نہ سمجھتے تھے جیسا کہ مغالطہ نمبر ۵ وغیرہ کے جواب میں مفصل تحریر ہو چکا ہے اگر فاضل پروفیسر صاحب کو اپنے اس ادعا پر غراء ہو تو "المحلی" وہ عبارت پیش فرمائیں۔ جس سے انہوں نے یہ مزعوم دعویٰ اخذ فرمایا ہے ورنہ اپنی اس خیانت کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔

مغالطہ نمبر ۹: ان (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کی اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے غرباء اہلحدیث عید الاضحیٰ کے موقعہ پر مرغ ہی قربانی کرتے ہیں۔

جواب: کسی فرقہ یا گروہ کا کورا عمل حجت نہیں۔ کیونکہ حجت صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ لہٰذا اگر غرباء اہل حدیث ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل کتاب و سنت

کے خلاف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہوسکتا۔ اذا جاء نہر اللہ بطل نہر المعقل۔

مغالطہ ۱۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دو دنبوں کی قربانی دیا کرتے تھے پہلے دنبہ کو ذبح کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ قربانی میرے اور میرے اہل خانہ کی طرف سے ہے اور دوسرے دنبہ کی قربانی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ میری تمام امت کی طرف سے ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ اس پر احتکام کرتے ہیں کہ تمام بنی ہاشم قبیلے کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قربانی کو کافی سمجھتے تھے اور ان میں سے کسی نے بھی کبھی جانور کی قربانی نہیں دی نیل الاوطار ج ۵

جواب: جانور کی قربانی کے خلاف اس حدیث سے استدلال کرنا بوجوہ صحیح نہیں۔

۱۔ اس لیے کہ بنو ہاشم کا یہ عمل چونکہ مذکورہ بالا نصوص صحیحہ صریحہ کثیرہ کے خلاف ہے لہٰذا اسے معرض دلیل میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک کنبہ کے سربراہ کی قربانی اس کے اہل وعیال کے لیے بھی کفایت کرسکتی ہے اور وہ ان کو بھی اپنی قربانی کے ثواب میں شریک کرسکتا ہے۔ جمہور علماء امت اسی کے قائل ہیں چنانچہ امام شوکانی فرماتے ہیں۔

وَالْحَدِيْثَاتِ يَدُلَّانِ عَلٰى اَنَّهٗ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ اَنْ يُّضَحِّيَ عَنْهُ وَعَنْ اتباعِهِ وَيُشْرِكُهُمْ معه فى الثواب وبه قال الجمهور۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۵۔

۳۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے حضرت سعید بن مسیب وغیرہ سے جمہور علماء نے اس حدیث سے اور اس مضمون کی دوسری احادیث سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ قربانی واجب نہیں سنت ہے۔

۴۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۲۶۔ یہ بھی احتمال ہے کہ بنو ہاشم نے عدم استطاعت کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔

۵۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ تفضل اور شفقت اپنی امت کو قربانی کے ثواب میں شریک کرنے کے ارادہ سے ایسا کیا ہو۔ حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۲۶۔

۶۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت علی بن حسینؓ کو اس حدیث کے سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔ ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پوری زندگی میں بالالتزام کیوں قربانی کرتے رہے کیا وہ بنو ہاشم میں شامل نہیں؟ اور سارا عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو جانور کی قربانی کی قائل تھی۔ جیسا کہ البحر الزخار ج ۵ ص ۱۲۶

باقی صفحہ ۱۸ پر

میں مذکور ہے کیا عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنو ہاشم میں شامل نہیں - لہٰذا ان وجوہات کے پیشِ نظر اس حدیث سے جانور کی قربانی کے خلاف استدلال کرنا عوام کو قربانی سے متنفر کرنے کی ایک بھونڈی چال سے زیادہ کچھ نہیں -

مغالطہ نمبر ۱۳: اس موضوع پر جتنی بھی احادیث ہیں - ان میں سے مندرجہ بالا کو تمام علماء مستند قرار دیتے ہیں اور عید الاضحیٰ کی قربانی سے اختلاف کرتے ہیں -

جواب: قربانی کے بارہ میں علماء کے ہاں بلاشبہ اختلاف پایا جاتا ہے - لیکن یہ اختلاف قربانی کے وجوب اور عدم وجوب کے بارہ میں ہے نہ کہ اس کی مشروعیت کے بارہ میں - کیونکہ تمام علماء سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق قربانی ایک شرعی حکم اور سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ ہم مغالطہ ۲ اور ۴ کے جواب میں امام ابنِ ہبیرہ حنبلی اور شیخ الاسلام ابنِ حجر عسقلانی جیسے اساطین علم کے حوالے سے مفصل بحث مرقوم ہو چکی ہے تعجب ہے کہ اتنی موٹی بات بھی ہمارے زیرک دانشوروں کی سمجھ میں نہیں آتی یا پھر انہوں نے سمجھنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں فرمائی - ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تعلم فالمصیبۃ اعظم -

مغالطہ نمبر ۱۴: حدیث علی بن حسین کے تحت بہت سے اسلامی ممالک عمل پیرا ہیں - ان ممالک میں سے ایک ملک الجزائر ہے جہاں پر بہت قدیم سے یہ حکم چل رہا ہے کہ تمام کا تمام محلہ فقط ایک جانور کی قربانی دے -

جواب: دعویٰ تو یہ تھا کہ بہت سے اسلامی ممالک ایسا کر رہے ہیں اور ذکر صرف ایک الجزائر کا گویا کھودا پہاڑ نکلا چوہا - چلیے مان لیا کہ الجزائر میں ایسا ہی ہوتا ہوگا - لیکن پھر بھی آپ کی طرح اہل الجزائر جانور کی قربانی کے منکر تو نہ ہوئے آپ تو جانور کی قربانی کے قائل ہی نہیں ہیں لہٰذا اہل جزائر کا یہ ترمیم شدہ عمل آپ کے خلاف جاتا ہے - مزید برآں یہ بھی یاد رکھیے کہ جمہور اہلِ علم اور فقہا امصار کے نزدیک تو اکیلے اہل مدینہ کا اجماع بھی حجت نہیں - چنانچہ امام صدیق حسن خان ف ۱۳۰۷ھ تصریح فرماتے ہیں - اجماع اهل المدینۃ علی انفرادهم لیس بحجۃ عند الجمهور لانهم بعض الامۃ حصول المامول من علم الاصول ص ۶۶ طبع مصر - کہ تنہا اہل مدینہ کا اجماع جمہور امت کے نزدیک معتبر اور حجت نہیں کیونکہ اہلِ مدینہ اپنے تمام تر فضل و کمال کے باوصف امت کا ایک حصہ ہیں پوری امت انہیں - جبکہ اجماع وہی حجت ہوتا ہے جس کے انعقاد پر تمام ہم عصر مجتہدین متفق ہوں بتائیے اس صورت میں بے چارے اہلِ جزائر کا یہ خلاف شرع اور غلط عمل حجت شرعی کیونکر ہو سکتا ہے -

مغالطہ ۱۵: پچھلے سال مراکش حکومت نے جانور کی قربانی کلیتہ بند کر دی ہے اور یہ بات اور بھی اہمیت رکھتی ہے کہ مراکش میں بادشاہ مذہب کا مفتی اعظم ہوتا ہے اور اس کا حکم فتویٰ سمجھا جاتا ہے۔

الجواب: اگر واقعی مراکش کے بادشاہ نے اپنے اقتدار اور منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جانور کی قربانی پر پابندی لگا دی ہو تو چونکہ یہ پابندی کتاب وسنت کی مذکورہ بالا نصوص کثیرہ، صریحہ صحیحہ ثابتہ کے صریحًا خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے حجت نہیں لا حجۃ لاحد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (محلی ابن حزم) مزید برآں مغالطہ ۱۴ کے رد میں لکھا جا چکا ہے کہ کسی شہر یا کسی ایک ملک کے لوگوں کا اجماع حجت نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ تنہا اہل مدینہ یا اہل مکہ کا اجماع بھی حجت نہیں لہٰذا کسی مسلمان بادشاہ یا نام نہاد مفتی اعظم کا جانور کی قربانی کے خلاف جبری حکم یا فتویٰ جاری کر دینا مداخلت فی الدین کے سوا کچھ نہیں۔ اور معلوم ہے کہ بحکم اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ۔ الشوریٰ ۲۱۔ نہ کسی بادشاہ کو اور نہ کسی مفتی کو منصوص مسائل کے خلاف رائے زنی کرنے کا قطعًا حق حاصل نہیں۔ مزید برآں یہ بات آپ ایسے روشن دماغ سے زیادہ اور کون جانتا ہوگا کہ زمانہ خیر القرون کے مابعد کے اکثر وبیشتر حکمرانوں نے بالعموم اسلامی احکام کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ لہٰذا ایسے میں ان دنیادار بادشاہوں اور نام نہاد مفتیوں کے ملحدانہ احکام اور بدعی فتاویٰ کو کتاب وسنت کے مقابلہ میں پیش کرنا دینِ اسلام کے دشمنی کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

سید داؤد غزنویؒ ف ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۳ء اسی قسم کے ایک غلط فتویٰ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی مسلمان اس حقیقت سے ناآشنا نہیں ہوگا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی جو قربانی اللہ کی راہ میں پیش کی، عید الاضحیٰ اسی واقعہ عظیم کی یادگار ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی پر چار ہزار سال کے قریب گزر گئے، کروڑوں انسان چار ہزار سال سے اس واقعہ کی یادگار مناتے چلے آ رہے ہیں۔ اور جب تک مسلمان اس کرۂ ارضی پر آباد ہیں اس قربانی کی یادگار میں قربانیاں دیتے رہیں گے۔ کسی واعظ کا وعظ، کسی خطیب کی سحر بیانی اور کسی حکومت کا جبر وقہر اس سنت ابراہیمی کی یادگار کو ختم نہیں کر سکتا، کوئی پہاڑ سے ٹکرانا چاہے ٹکرا سکتا ہے لیکن سوائے سر پھوڑنے کے اس کے حصہ میں کچھ نہیں آئے گا۔ ابراہیم علیہ السلام اس عظیم قربانی کی یادگار میں مسلمان عید قربان مناتے رہیں گے اور ہزاروں جانور، خوبصورت جانور، موٹے تازے خوب پلے ہوئے جانور ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار میں ذبح ہوتے رہیں گے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔